بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

TALIM-UL-ISLAM COLLEGE RABWAH

عِلمٌ و عَمَلٌ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

53, Melrose Road, London, SW18 1LX

فون:020 8877 5510 فیکس:020 8877 9987

ای میل:ticassociation@gmail.com

مدیر: مقصود الحق

نائب مدیر: مبارک احمد صدیقی

منیجر: سید نصیر احمد

ستمبر 2012ء

جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 9

فرمان الٰہی

وَسَارِعُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَجَنَّۃٍ عَرۡضُہَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ ۙ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ: اور اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں پر محیط ہے۔ وہ متقیوں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ (آلِ عمران آیت ۱۳۴)

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بزرگ فرشتے گھومتے رہتے ہیں اور انہیں ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے۔ جب وہ ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور پروں سے اس کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری فضا ان کے اس سایہ برکت سے معمور ہو جاتی ہے۔ جب لوگ اس مجلس سے اُٹھ جاتے ہیں تو وہ بھی آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے (حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے)۔ کہاں سے آئے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح کر رہے تھے، تیری بڑائی بیان کر رہے تھے، تیری عبادت میں مصروف تھے اور تیری حمد میں رطب اللسان تھے اور تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ اس پر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کہتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے میرے رب انہوں نے تیری جنت دیکھی تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے ان کی کیا کیفیت ہوگی اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیں۔ پھر فرشتے کہتے ہیں وہ تیری پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کہتا ہے کہ وہ کس چیز سے میری پناہ چاہتے ہیں؟ فرشتے اس پر کہتے ہیں تیری آگ سے وہ پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں دیکھی تو نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اُن کا کیا حال ہوتا اگر وہ میری آگ کو دیکھ لیں؟ پھر فرشتے کہتے ہیں وہ تیری بخشش طلب کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں نے انہیں بخش دیا اور انہیں وہ سب کچھ دیا جو انہوں نے مجھ سے مانگا۔ میں نے اُن کو پناہ دی جس سے اُنہوں نے میری پناہ طلب کی۔ فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے رب ان میں فلاں غلط کار شخص بھی تھا۔ وہ ان کو ذکر کرتے ہوئے دیکھ کر تماش بین کے طور پر ان میں بیٹھ گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور بدبخت نہیں رہتا۔ (مسلم کتاب الذکر باب فضل مجالس الذکر)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تمام مخلصین داخلین سلسلۂ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کیلئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کیلئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے اور دعا کرنا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ (آسمانی فیصلہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر 4 صفحہ 351)

جلسہ سالانہ اور ہماری ذمہ داریاں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے

''جلسہ کے ایام بالخصوص ذکر الٰہی اور درود پڑھتے ہوئے گزاریں اور التزام کے ساتھ نمازوں کی پابندی کریں۔ اب اتنی دور سے مہمان تشریف لائے ہیں تو اگر نماز بھی نہ پڑھیں اور ان کی پابندی نہ کی تو پھر فائدہ کوئی نہیں ہوگا۔ اسی طرح انتظامیہ کیلئے یہ ہے کہ لنگر خانہ میں یا ایسی ڈیوٹیاں جہاں سے ہلنا ان کیلئے مشکل ہے وہاں نماز کی ادائیگی کا انتظام ہونا چاہئے اور ان کے افسران کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں۔

انگلستان کے احمدیوں کو چاہئے کہ ذوق و شوق کے ساتھ اس جلسہ میں شریک ہوں۔ یہ آپ کا جلسہ سالانہ ہے۔ بغیر کسی عذر کے کوئی غیر حاضر نہ رہے۔ بعض لوگ تین دن کی بجائے صرف دو دن یا ایک دن کیلئے آجاتے ہیں اور ان کے آنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جلسہ کی برکات کے حصول کی بجائے میل ملاقات ہو۔ حالانکہ جلسہ کی برکات کو اگر مدنظر رکھا جائے تو تین دن حاضر رہنا ضروری ہے۔ جس حد تک ممکن ہو جلسہ کی تقاریر اور باقی پروگرام پوری توجہ اور خاموشی سے سنیں اور وقت کی قدر کرتے ہوئے کسی بھی صورت اسے ضائع نہ کریں۔

پھر یہ ہے کہ نماز کے دوران بعض اوقات بچے رونے لگ جاتے ہیں جس سے بعض لوگوں کی نماز میں بہرحال توجہ بٹتی ہے، خراب ہوتی ہے جو نماز کا تعلق تھا وہ جاتا رہتا ہے۔ تو اس صورت میں والدین کو چاہئے اگر والد کے پاس بچہ ہے یا والدہ کے پاس بچہ ہے تو وہ اس کو باہر لے جائیں۔ یہ بہتر ہے کہ اس اکیلے کی نماز خراب ہو، بجائے اس کے کہ پورے ماحول میں بچے کے شور کی وجہ سے، رونے کی وجہ سے نمازیوں کی نماز خراب ہو رہی ہو۔ نیز اگر چھوٹی عمر کے بچے ہیں، باپوں کے پاس ہیں تو باپ، پہلی صفوں میں بیٹھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ پیچھے جا کر بیٹھیں تا کہ اگر ضرورت پڑے تو نکلنا بھی آسان ہو۔ (خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 194)

جلسہ سالانہ

اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں.......... مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ (اشتہار 7دسمبر 1892ء از مجموعہ اشتہارات جلد اوّل)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی پُرحکمت باتیں

گرم پلاؤ

میرے ایک محسن مولوی عبد الرشید تھے۔ وہ مراد آباد میں ایک مسجد کے حجرہ میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مہمان عشاء کے بعد آ گیا۔ حیران ہوئے کہ اب اس مہمان کا کیا بندوبست کروں۔ انہوں نے مہمان سے کہا کہ آپ کھانا پکنے تک آرام کریں۔ وہ مہمان لیٹ گیا اور سو گیا۔ انہوں نے وضو کر کے قبلہ رُخ بیٹھ کر یہ دعا پڑھنی شروع کی: **افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد**۔ جب اتنی دیر گزری کہ جتنی دیر میں کھانا پک سکتا ہے اور یہ برابر دعا پڑھنے میں مصروف تھے کہ ایک آدمی نے باہر سے آواز دی کہ حضرت میرا ہاتھ جلتا ہے جلدی آؤ۔ یہ اٹھے ایک شخص تانبے کی رکابی میں گرم گرم پلاؤ لئے ہوئے آیا۔ انہوں نے لیا اور مہمان کو اٹھا کر کھلایا۔ بعد میں اس رکابی کا کوئی مالک نہ ملا۔

قیمتی خلعت

میں کشمیر میں دربار کو جا رہا تھا۔ یار محمد خاں ایک شخص میری اردلی میں تھا۔ اس نے راستہ میں مجھ سے کہا کہ آپ کے پاس جو یہ پشمینہ کی چادر ہے یہ ایسی ہے کہ میں اس کو اوڑھ کر آپ کی اردلی میں بھی نہیں چل سکتا۔ میں نے اس سے کہا کہ تجھ کو اگر بری معلوم ہوتی ہے تو میرے خدا کو تجھ سے بھی زیادہ میرا خیال ہے۔ جب میں دربار میں گیا تو مہاراجہ نے کہا کہ آپ نے ہیضہ کی وبا میں بڑی کوشش کی ہے آپ کو تو خلعت ملنا چاہیئے۔ چنانچہ ایک قیمتی خلعت دیا۔ اس میں جو چادر تھی وہ نہایت ہی قیمتی تھی۔ میں نے یار محمد خاں سے کہا کہ دیکھو ہمارے خدا کو ہمارا کیسا خیال ہے۔ (بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۲۷ جولائی ۲۰۱۲)

یہ نسخہ بھی آزما!

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے 1912 میں ایک خطاب میں تمباکو نوشی چھوڑنے کی پُرزور تلقین فرمائی۔ اخبار الحکم لکھتا ہے کہ بہت سے آدمیوں نے حقہ نوشی سے توبہ کر لی اور حقے ٹوٹ گئے۔ مدرسے کے وہ طالب علم جو سگریٹ نوشی کے عادی تھے وہ اپنی توبہ کی درخواستیں پے در پے بھیج رہے ہیں۔ بعض کو اس قبیح عادت کے ترک سے تکلیف بھی ہوئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ان کے لئے درج ذیل نسخہ تجویز کیا ہوا ہے۔ فرمایا جب حقے کی خواہش پیدا ہو تو چند کالی مرچیں منہ میں رکھ لو! اس سے یہ تکلیف جاتی رہے گی۔ بہر حال خدا کے فضل کی بات ہے کہ یہ بلا ہمارے مدرسے سے رخصت ہونے کو ہے بلکہ ہو چکی ہے۔ (بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 12-8-3)

المنار نیوز لائین

تعلیم الاسلام کالج کے ایسوسی ایٹ ممبرز کا اجلاس

دمکتے چہروں اور پُرمسرّت آنکھوں کے ساتھ کچھ نوجوان 25اگست 2012 کو بیت الفتوح کے کانفرنس ہال کی طرف رواں دواں تھے۔ ان میں سے کچھ تو اپنے والد اور کچھ اپنے دادا کے ساتھ آئے تھے۔ آج کی یہ تقریب تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ایسوسی ایٹ ممبرز کیلئے منعقد ہو رہی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اولڈ سٹوڈنٹس کے بچوں میں شوق پیدا کرنے کیلئے ان کی پسند کے بھی کوئی پروگرام بنانے چاہئیں تا کہ ان کو بھی احساس رہے کہ جو نیکیاں ہمارے بڑوں نے جاری رکھنے کا عہد کیا تھا اس کو ہم نے بھی پورا کرتے رہنا ہے۔

ایسوسی ایٹ ممبرز تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبہ کی next generations ہیں جن کے لئے حسبِ ارشاد حضور انور یہ پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ عزیزم عمر منصور کی تلاوت اور مکرم سیّد حسن خان صاحب کی نظم کے بعد مکرم خالد محمود صاحب (انچارج ایسوسی ایٹ ممبرز) نے اس میٹنگ کی غرض و غایت اور پس منظر بیان کیا۔ جس کے بعد صدر ایسوسی ایشن مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے بچوں اور ان کے والدین کو اپنے خیالات کے اظہار اور سوالات پوچھنے کی دعوت دی۔ جس میں شاملین کی دلچسپی کے پیش نظر اس اوپن ہاؤس ڈسکشن کا وقت بڑھانا پڑا۔ اس کے آخری حصے میں عزیز انس محمود نے 28 مئی 1903 کو تعلیم الاسلام کالج کے افتتاح کی روداد بیان کی اور بتایا کہ عین افتتاح کے وقت بیت الدعا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ادارے کے بابرکت ہونے کے لئے دعا فرمائی تھی۔

کچھ یاد رہا کچھ بھول گئے

(مرزا عبدالرحیم انور۔لندن) (گذشتہ سے پیوستہ)

ہوسٹل میں رہنے والوں کو یاد ہو گا کہ پرنسپل حضرت میاں ناصر احمد صاحبؒ کی ایک سفید گھوڑی ہوا کرتی تھی جسے ان کا ایک ملازم (خان بابا) Exercise کرانے کی غرض سے کالج کے احاطے میں پھرایا اور چکر لگوایا کرتا تھا۔ایک سہ پہر کیا ہوا کہ خان بابا مجھے حسبِ معمول گھوڑی کے ساتھ کالج میں ٹک شاپ کے پاس مل گیا۔گرمیوں کے دن تھے اور گرمیوں کی پیاس میں کون ہے جو لسّی پینے کی آفر ٹھکرا دے۔چنانچہ میں نے خان بابا سے کہا کہ یار تم ٹک شاپ میں چل کر میری طرف سے ٹھنڈی لسّی پیو۔اس دوران میں اس گھوڑی کو چکر لگوا دیتا ہوں۔سو میں نے خان بابا سے گھوڑی لی اور اسے پیدل چلاتا ہوا باسکٹ بال کی گراؤنڈ کی طرف نکل آیا۔گھڑ سواری چونکہ میں نے بچپن سے سیکھی ہوئی تھی لہٰذا کالج کے سامنے واقع گھڑ دوڑ گراؤنڈ میں گھوڑی پر سوار ہو کر جلدی سے ایک چکر لگا لیا اور کالج کے اندر واپس آتے ہی چھلانگ لگا کر گھوڑی سے نیچے اتر گیا۔اتنے میں کیا دیکھا کہ حضرت میاں صاحب اور خان بابا ٹک شاپ کے پاس کھڑے ہیں۔میں نے گھوڑی کی لگام خان بابا کے حوالے کی مگر گھوڑی کا پسینہ دیکھ کر حضرت میاں صاحب سمجھ گئے کہ میں نے گھوڑی دوڑائی ہے۔فرمایا یہ تو پتہ چل گیا کہ تم گھڑ سواری جانتے ہو مگر گھوڑی بغیر اجازت کیوں دوڑائی؟ میں نادم ہوا اور اس غلطی پر حضرت میاں صاحب سے معافی چاہی اور معذرت کی۔اس دوارن کچھ اور لڑکے بھی وہاں آ گئے۔چنانچہ حضرت میاں صاحب کچھ دیر ان سے باتیں کرنے کے بعد اپنی کوٹھی میں تشریف لے گئے اور میں اپنے ہوسٹل کے کمرے میں آ گیا۔ابھی قریباً آدھ گھنٹہ گزرا ہو گا کہ وہی خان بابا پتہ کرتا کراتا میرے کمرے میں آ گیا اور کہا کہ میاں صاحب نے تمہیں بلایا ہے۔میں گھبرایا کہ اب نہ جانے کیا ہو گا؟ چنانچہ میں نے جلدی سے اپنا حُلیہ درست کیا، بالوں میں کنگھی کی اور خان بابا کے ساتھ حضرت میاں صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔میاں انس احمد صاحب نے گیٹ کھولا اور کہا کہ اندر آجاؤ ابا نے تمہیں بلایا ہے۔میں ڈرتے ڈرتے اندر گیا۔برامدے کے ساتھ ہی ایک بڑا کمرہ تھا جس میں بڑی ڈائننگ ٹیبل کے ساتھ کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔آپ نے فرمایا بیٹھو! اور یہ کہہ کر خود اندر تشریف لے گئے اور ایک پلیٹ میں میرے لئے مٹھائی لیکر آئے۔میرے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے فرمایا کھاؤ! پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ گھڑ سواری کب اور کہاں سیکھی؟ ادھر میری تو خوف سے سانس پھولی ہوئی تھی مگر آپ کی محبت و شفقت بھری گفتگو سے جان میں جان آنے لگی۔آپ نے مجھے میرے ابا (مرزا عبدالرؤف صاحب) کے قادیان کے زمانے کے واقعات سنائے اسی دوران حضرت بیگم صاحبہ نے میرے لئے د دودھ کا گلاس دروازے میں سے حضرت میاں صاحب کو پکڑایا تو آپ نے انہیں میرا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ یہ روفی کا بیٹا ہے۔مٹھائی اور دودھ سے ازراہ شفقت میری ضیافت کر لینے کے بعد ہی مجھے واپس جانے کی اجازت ملی۔میں آپ کی اس شفقت و محبت اور اخلاقِ عالیہ کو آج تک بھلا نہیں پایا کہ بغیر اجازت گھوڑی دوڑانے پر اگرچہ مجھے تنبیہہ بھی کی مگر میری شرمندگی دیکھ کر اس کے بدلے میں جتنی محبت دی اس کی حلاوت اور گداز میں آج بھی اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ساتھ میری رفاقت قریباً اڑھائی سال تک رہی۔ربوہ کا کیا ہی پاکیزہ ماحول اور کیا ہی اچھا زمانہ تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے صحابہ ابھی زندہ تھے۔حضرت مصلح موعودؓ کی منظم ذیلی تنظیمیں اور آپ سے تربیت یافتہ لوگ ربوہ کی زینت اور رونق تھے۔پانچوں نمازوں کے وقت مسجدیں بھری ہوتی تھیں۔نہ فلمی گانوں کی آواز، نہ گالی گلوچ، نہ لڑائی جھگڑے۔نہ چوری ڈکیتیاں، نہ اندھیرے میں خطرہ نہ روشنی میں ڈر۔استاد محنت، خلوص اور توجہ سے پڑھاتے تھے۔اساتذہ میں سے کس کا نام لوں کس کا نہ لوں، اگر کسی کا نام رہ جائے تو بے انصافی ہو گی۔سب ہی محترم اور قابل عزت ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔اب تو ہمارے دور کے چند گنتی کے اساتذہ ہی رہ گئے ہیں جن میں سے مکرم پروفیسر مبارک احمد انصاری صاحب کے ساتھ تو دوہرا رشتہ ہے۔ایک استاد کا اور دوسرے بہنوئی یعنی تایا زاد بہن کے شوہر ہونے کا۔اسوقت ہمارے جتنے بھی اساتذہ حین حیات ہیں اللہ ان کا ٹھنڈا سایہ ہمارے سروں پر دیر تک سلامت رکھے۔

بارھویں جماعت کے امتحان کے بعد کے دنوں کی بات ہے۔گرمی اپنے جوبن پر تھی۔ہم کچھ لڑکوں نے مل کر بُرج کی نہر پر نہانے اور پکنک منانے کا پروگرام بنایا۔پکنک تو خیر بہت اچھی گزری اور خوب enjoy کیا مگر وہاں سے واپس آنے کے بعد مجھے بخار نے آن لیا جو بعد میں ٹائیفائڈ میں بدل گیا۔چنانچہ مجھے ہوسٹل چھوڑ کر اپنے گھر کیمبل پور واپس آنا پڑا اور پوری طرح صحتیاب ہونے میں کئی مہینے لگ گئے۔خدا کا شکر کہ اس نے بالآخر تندرستی عطا کی۔مگر بیماری کے نتیجے میں ایک لمبے عرصے تک ٹی آئی کالج سے غیر حاضری کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ اپنے شہر کیمبل پور کے گورنمنٹ کالج میں داخلہ لے کر تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ربوہ اور ٹی آئی کالج کی جدائی خاصی تکلیف دہ تھی مگر مجبوری تھی۔سو یہ جدائی بادل نخواستہ برداشت کرنی پڑی۔لگتا تو یوں تھا کہ ”اب کہ بچھڑے ہیں تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں۔جیسے سُوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں“ مگر بھلا ہو المنار کا جس نے ان یادوں کی جھیل میں خُوب کنول کھلائے ہیں۔

”کافیا“ کے دَور سے گزرتی ہوئی زندگی

(پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب)

راہروِ زندگی سرپٹ دوڑتا ہوا اور بچپن کی بے خطر اور حسین و شاداب وادیوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا جونہی جوانی کی خوابناک سرزمین اور ہنگامہ خیز فضاؤں میں داخل ہوتا ہے تو نہ جانے قدم بقدم کیوں رُک رُک سا جاتا ہے۔اسپر ہر سورج نئے چیلنج، نئی امیدیں، نئے مسائل اور نئے خدشات لئے چڑھتا اور لمحوں کی الٹی گنتی گنتے ہوئے ڈھلنے لگتا ہے۔جوانی سے ذرا سی آشنائی ہونے لگتی ہے تو نت نئی ذمے داریوں کی دوڑ بھاگ اور اتھل پتھل کے درمیان اچانک بڑھاپا در آتا ہے۔بھولی، بسری، پرانی اور انجانی دردیں دروازہ کھٹکھٹانے اور انجر پنجر ہلانے لگتی ہیں۔چہرے کی مسکراہٹ کی جگہ پیشانی کی سلوٹیں جھلملانے لگتی ہیں۔زندگی کا مسافر آرام کرسی اور گرم چائے کی پیالی کے حصار میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔مگر یہاں تو شاعر کے ”دشتِ تنہائی“ کی بجائے ہماری تنہائی میں نت نئے کھلتے ہوئے خوشنما پھول ہمیں اپنی بھینی بھینی خوشبو سے سرشار کر رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ہومیو پیتھک دوا ”کافیا“ کے خواص میں بیان فرمایا ہوا ہے کہ ”احساس میں غیر معمولی تیزی آجاتی ہے.... بیتے ہوئے زمانے کے خوشگوار واقعات ذہن میں جاگ اٹھتے ہیں۔پرانے پڑھے ہوئے اشعار اور دُور کے واقعات ہی نہیں بلکہ پرانے زمانے کے مزے اور خوشبوئیں بھی یاد آنے لگتی ہیں۔“

اب جبکہ زندگی ”کافیا“ کے دَور سے گزر رہی ہے، بیتے دنوں کی یادیں لہراتی، بل کھاتی ہوئی آتی اور انہی پرانی اور جانی پہچانی وادیوں میں کھینچ لے جاتی ہیں۔ایسے میں بہاروں کی بساط تو بچھتی ہے مگر الفاظ شطرنج کے مہرے بنکر طرح دینے لگتے ہیں۔ستّر سال سے شاہراہِ زندگی پر گامزن مسافر مُڑ کر پیچھے دیکھتا ہے تو رستے کی تمام ناہمواریاں روپہلی کرنوں سے جگمگانے لگتی اور پُل صراط سے گزرے ہوئے وقت کے لمحے رکنے لگتے ہیں۔رات کا بستر نرم و گداز، مگر نیند کوسوں دور، یادوں کے جھروکوں سے پرانے شناسا چہروں کی تاک جھانک دل میں ہلچل مچا دیتی ہے۔یادوں کی پریاں ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے دل کے آنگن میں داخل ہوتی اور بانہوں میں بانہیں ڈالے مسافر کو بہت دُور لیجاتی ہیں۔

1947 کا سال، قادیان کی مقدس بستی، آم اور جامن کے تناور درختوں کے سائے میں بیٹھی ہوئی پرائمری کی پہلی کلاس، دائیں ہاتھ تعلیم الاسلام کالج کی پرشکوہ عمارت، بائیں ہاتھ ہائی سکول کی سادہ سی بلڈنگ۔کئی بار دل نے چاہا کہ ان راہداریوں میں سے گزر کر کالج کے اندر جھانکا جائے مگر ہم ”سکولیوں“ کو کالج میں پر مارنے کی اجازت نہ تھی۔چوکس پہریدار کی للکار اور کالج کی شاندار عمارت کے رعب نے اس معصوم خواہش کی ایک نہ چلنے دی۔ایسے میں ایک دن سنا کہ کالج کی گراؤنڈ میں ہوائی جہاز اترا ہے۔بس پھر کیا تھا بچے، بوڑھے جوان سبھی جہاز کا نظارہ کرنے کے لئے کالج پر پل پڑے۔اژدہام اتنا تھا کہ ہم بچوں کا جہاز کے نزدیک پھٹکنا محال بلکہ ناممکن تھا۔فضا میں کھلونا سا دکھائی دینے والے جہاز کا زمین پر عظیم الجثہ ہونا جادو معلوم ہو رہا تھا۔انہی خیالوں میں گم تھا کہ ناگہاں خیال آیا کہ سب لوگوں کی توجہ جہاز کی طرف ہے۔اچھا موقع ہے، کیوں نہ کالج کو دیکھ لیا جائے۔کچھ اور لوگ بھی کالج کے برامدوں میں آ جا رہے تھے۔میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو کر دروازے کے شیشوں میں سے بڑے بڑے کلاس رومز کے اندر جھانکنے لگا۔سلیقے سے لگے بینچ اور دیواروں پر بنے تختہ سیاہ پہلی بار دیکھے۔ایک کمرے میں شیشے کے جار، نلکیاں اور شیشے کے مختلف گول گول برتن۔الغرض ڈرتے ڈرتے آگے بڑھتا رہا اور یوں ہولے ہولے سارا کالج دیکھ ڈالا۔یہ تھا میرا تعلیم الاسلام کالج سے پہلا تعارف۔

اردو میڈیم گدھے

(عطاء الحق قاسمی)

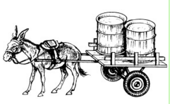

مجھے گدھوں پر بہت ترس آیا کرتا تھا۔ میں سوچتا تھا ان کی بھی کیا زندگی ہے؟ ان کا سارا دن سامان ڈھوتے اور مالک کے چھانٹے کھاتے گزر جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے ان کی کمر سے سامان اتارا جاتا ہے تو دوسری جگہ سے سامان لانے کے لئے اس دفعہ مالک ان کی کمر پر سوار ہو جاتا ہے۔ رات گئے ان گدھوں کو کھونٹی سے باندھ دیا جاتا ہے جہاں یہ چپکے چپکے آنسوں بہاتے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ انجم خیالی مرحوم نے یہ دو شعر شاید ان گدھوں کے حسبِ حال ہی کہے تھے:

ہر گھر میں ایک ایسا کونا ہوتا ہے
جس میں چھپ کر ہم کو رونا ہوتا ہے
پیٹ کی خاطر ہم بے بس مزدوروں کو
چوروں کا سامان بھی ڈھونا ہوتا ہے

مگر گزشتہ روز ایک گدھا گاڑی میں جُتے گدھے سے میں نے انٹرویو کیا تو میری سوچ بدل گئی۔ اس گدھے کا مالک قریبی ریستوران میں کھانا کھانے گیا تھا۔ اور اس نے اسے جاتے ہوئے گدھا گاڑی سے الگ کر کے ایک کھونٹی سے باندھ دیا تھا۔ اس گدھے سے جو سوال و جواب ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

''گڈ آفٹرنون مائی ڈیر ڈونکی"

"آپ نے شاید مجھ سے کچھ کہا ہے؟"

"ہاں میں نے تمہیں دوپہر کا سلام کیا ہے"

"وعلیکم السلام، میں دراصل اردو میڈیم گدھا ہوں مجھے انگریزی نہیں آتی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ انگریزی بولنا غلامی کی نشانی ہے۔ بس اس وقت سے اپنی قومی زبان اردو بولتا ہوں اور انگلش میڈیم کی غلامی کرتا ہوں"

"کیا تمہارا مالک انگلش میڈیم ہے؟''

''نہیں اردو میڈیم ہے وہ انگلش میڈیم طبقے کے لئے گدھے بھرتی کرتا ہے اور ان سے بھرتی ڈلوا کر ان کی بنیادیں مضبوط کرتا ہے''

''میں نے سڑک پر چلتے ہوئے کئی مرتبہ دیکھا ہے کہ زیادہ سامان لادے جانے کی وجہ سے گدھا گاڑی آگے کو اُٹھ جاتی ہے اور تم اس کے ساتھ ہوا میں معلق ہو جاتے ہو۔ تم اس ظلم کے خلاف احتجاج کیوں نہیں کرتے؟''

''تم انسان خود پر ہونے والے ظلم کے خلاف احتجاج کرتے ہو، مگر اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے جو ہم گدھوں کے احتجاج سے نکلے گا''

''تم کم از کم محکمہ انسدادِ بے رحمیِ حیوانات سے شکایت تو کر سکتے ہو''

''یہ محکمہ ہم گدھوں کے لئے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی حیثیت رکھتا ہے کیا تم لوگ پولیس سٹیشن جا کر اپنے اوپر ہونے والے کسی ظلم کی شکایت درج کرا سکتے ہو؟ اگر نہیں تو پھر اپنا مشورہ اپنے پاس ہی رکھو''

''میں نے سنا تھا کہ گدھا ایک بیوقوف جانور ہے لیکن تم تو اپنی باتوں سے خاصے عقل مند لگتے ہو''

''یہ پراپیگنڈا ان ظالموں کا ہی کیا ہوا ہے۔ کیا تم کبھی اسلام آباد گئے ہو؟''

''اکثر جانا ہوتا ہے''

''پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ گدھا ایک بیوقوف جانور ہے''

''اکیسویں صدی میں چودھویں صدی کے نظام کی گدھا گاڑی کھینچنا کوئی آسان کام ہے۔ مگر اسلام آباد میں بیٹھے میرے بھائی بند دقیانوسی نظام کی گاڑی کتنی سہولت سے کھینچے چلے جا رہے ہیں۔ خود میں بھی ان دنوں لنڈا بازار جانے کی سوچ رہا ہوں۔ وہاں سے کسی آنجہانی امریکن کا سوٹ اور ٹائی خریدوں گا۔ سنا ہے ان دنوں امریکی کاغذی یونیورسٹیوں کی ڈگریاں بھی بازار سے سستے داموں مل جاتی ہیں۔ بس تھوڑے سے پیسے جمع ہو جائیں اس کے بعد اسلام آباد میں تم میرے پی اے کی معرفت مجھ سے بات کرنے کے لئے ترس جاؤ گے اور تمہیں ہر بار یہی بتایا جائے گا کہ صاحب میٹنگ میں ہیں۔''

''میں نے تم گدھے سے بات کر کے کیا لینا ہے۔ تمہارے پاس کہنے کے لئے ڈھینچوں ڈھینچوں کے سوا ہے کیا؟''

''اس کے علاوہ بہت کچھ ہے! کہو تو دکھاؤں؟''

''دولتیاں ہیں اور کیا ہے؟ مگر یہ تمہارے کسی کام کی ہوتیں تو تم یہاں نہ بندھے ہوتے اور تمہارا مالک سامنے والے ریستوران میں بیٹھا قورمہ نہ کھا رہا ہوتا اور دیکھو مجھ سے زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرو! اپنی حد میں رہو!"

''میں اپنی حد اور تمہاری اوقات سے واقف ہوں۔ تم دو ٹکے کے ایک کالم نویس ہو جو لکھنا چاہتے ہو وہ لکھ نہیں سکتے۔ گول مول بات کر کے ظالم اور مظلوم دونوں سے داد پانے کے چکر میں رہتے ہو۔ ایک کالم حکومت کے خلاف لکھ کر 10 کالم حکومت کو خوش کرنے والے لکھتے ہو۔ ہر دور میں تمہارے قلم کا زاویہ بدل جاتا ہے۔ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میری طرح تمہاری دولتیاں بھی تمہارے کسی کام کی نہیں''

اس گفتگو کے بعد میں نے جانا کہ جس جانور کو میں مظلوم سمجھتا تھا وہ مظلوم نہیں بلکہ انتہائی بد تمیز اور بدتہذیب جانور ہے۔ سو میں نے مزید اس کے منہ لگنا مناسب نہ سمجھا اور چپکے سے وہاں سے چل دیا۔ میں ابھی دو قدم ہی چلا تھا کہ پیچھے سے اردو میڈیم گدھے کی آواز سنائی دی:

''بھائی جان آپ ناراض تو نہیں ہو گئے؟''

''اس کے بھائی جان کہنے پر مجھ سے ضبط نہ ہوا اور میں نے کہا تم بھائی جان کہہ کر ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میں تم سے بڑا گدھا ہوں۔ اس پر گدھے نے ہنستے ہوئے کہا، ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے، آپ ماشاءاللہ رتبے میں بہرحال مجھ سے بڑے ہیں تبھی تو آپ کو بڑے بھائی کا درجہ دیا ہے"

یہ بات مجھے بہت پہلے سمجھ آ گئی تھی کہ اس بدتمیز جانور کے منہ نہیں لگنا چاہئے۔ تاہم اس کی آواز پر میں رک گیا تھا لہٰذا میں نے پوچھا تم نے مجھے پیچھے سے آواز کیوں دی ہے؟ اس اردو میڈیم گدھے نے اپنی دُم کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا کوئی خاص بات نہیں تھی بس تمہیں صرف یہ کہنا تھا، میں بولا جو کہنا ہے جلدی کہو، میں نے بھی اپنے ''تھان'' سوری دفتر جانا ہے۔ گدھے نے کہا کچھ نہیں صرف نفاذِ اردو کی تحریک چلانے والوں کو میرا پیغام دو کہ پہلے اسلام آباد میں کالے انگریزوں کا راج ختم کریں ورنہ ہم اردو میڈیم گدھے ان کے لئے بار برداری کے فرائض ہی انجام دیتے رہیں گے''

(جنگ لندن 10/8/12)

ممبران سے گزارش

اگر آپ نے ابھی تک ممبرشپ کی سالانہ فیس اور نادار احمدی طلباء کیلئے رقم کی ادائیگی نہیں کی تو اس کارِ خیر میں تاخیر کیسی؟ جلد ادائیگی کی درخواست ہے۔ (سیکرٹری مال)

لندن - برطانوی دارالحکومت

جلسہ سالانہ برطانیہ کی آمد آمد کے حوالے سے اس وقت ساری دنیا کے احمدیوں کی نظریں برطانوی دارالحکومت لندن پر مرکوز ہیں۔ اس تعلق میں قارئین المنار کیلئے یہ معلوماتی مضمون پیش خدمت ہے:

لندن جو دولت مشترکہ کا دارالحکومت اور سلطنت برطانیہ کا سب سے بڑا شہر ہے، یہ شہر سمندر سے پچاس میل دور دریائے ٹیمز پر واقع ہے۔ اس کا انتظامی رقبہ 1579 مربع کلومیٹر جبکہ آبادی تقریباً 80 لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ یہ ایک تجارتی، مالیاتی اور ثقافتی شہر ہے۔

لندن شہر کا سنگ بنیاد 43ء میں رومن عہد حکومت میں رکھا گیا۔ اس وقت اس کا نام ''لنڈینیم'' تھا۔ 61ء میں یہاں ایک حفاظتی دیوار تعمیر کی گئی۔ رومنوں کے بعد یہاں سیکسن برسراقتدار رہے۔ انہوں نے یہاں کا مشہور گرجا سینٹ پال 604ء میں تعمیر کرایا۔ 1067ء میں اسے چارٹر عطا ہوا۔ جبکہ 1191ء میں میئر کے شہر کا درجہ دیا گیا۔ 1645ء میں طاعون کی بیماری سے تقریباً 75 ہزار افراد موت کے منہ میں چلے گئے 1666ء میں عظیم آتشزدگی کے نتیجے میں شہر کا بیشتر حصہ تباہ ہوگیا۔ چنانچہ کرسٹوفرن نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا۔

1812ء میں لندن کو گیس کے قمقموں سے روشن کر دیا گیا۔ 1829ء میں یہاں اومنی بسوں کا اجراء ہوا۔ 1890ء میں دنیا کی پہلی زمین دوز ریلوے یہیں متعارف کرائی گئی۔ 1908ء میں یہاں پہلی مرتبہ اولمپک کھیلیں اور بعد ازاں 1948ء میں اور اب 2012ء میں منعقد ہورہی ہیں۔ یہاں کی فلیٹ سٹریٹ، ڈاؤننگ سٹریٹ، پکاڈلی، وائٹ ہال، پال مال، لومبارڈ سٹریٹ اور ریجنٹ سٹریٹ بہت مشہور ہیں۔ بیرون ہندوستان جماعت احمدیہ کا پہلا مشن لندن میں قائم ہوا۔

25 جولائی 1913ء کو حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال مبلغ اسلام لندن تشریف لے گئے اور 1914ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے حکم پر باقاعدہ پہلا احمدیہ مشن قائم کر دیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 7 جنوری 1920ء کو مسجد فضل لندن کیلئے چندہ کی تحریک فرمائی جس پر جماعت نے ایسے رنگ میں لبیک کہا کہ دنیا ورطۂ حیرت میں آگئی اور دس جون تک ساڑھے اٹھتر ہزار روپیہ اس کارِ خیر کیلئے جمع ہوگیا۔ مسجد فضل لندن کیلئے قطعہ زمین کی اطلاع ملنے پر 9 ستمبر 1920ء کو ایک پُرمسرت تقریب کا انعقاد ہوا۔ سفر یورپ کے دوران 19 اکتوبر 1924ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے مسجد فضل لندن کا اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا۔ اس مسجد کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ لندن میں یہ سب سے پہلی تعمیر ہونے والی مسجد ہے۔

1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ پاکستان سے ہجرت کر کے لندن تشریف لے آئے جس سے لندن کو مرکز خلافت بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اپریل 2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد خلافت خامسہ کا انتخاب بھی مسجد فضل لندن میں ہوا۔ یوں 1984ء تا حال لندن کو یہ سعادت نصیب ہورہی ہے کہ لندن مرکز خلافت بنا ہوا ہے۔ اور خلیفہ وقت جیسا بابرکت وجود لندن شہر میں رہائش پذیر ہے۔ (روزنامہ الفضل ربوہ)

تحقیق کے بعد نام کی درستی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ قیام سیالکوٹ میں جس پادری کے حضور سے روابط کا ذکر ملتا ہے اس کا نام 'بٹلر' نہیں بلکہ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ اس کا نام 'ٹیلر' تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جہاں جہاں جماعتی لٹریچر میں اس پادری کا ذکر ملتا ہے اس کو ٹیلر پڑھا جائے۔ اور مطبوعہ لٹریچر کے حاشیہ میں اس کی درستی بھی کردی جائے۔ (ناظر اشاعت ربوہ)

المنارنامہ

المنار کے ذریعے ماشاءاللہ خوب رونق لگی ہے۔ سابق طلبہ کی بیتے دنوں کی یادیں پڑھتے ہوئے بعض اوقات تو ایسے لگتا ہے کہ ہمارا کالج کا خوبصورت زمانہ ممتد ہوگیا ہے اور ہم اب بھی اپنے اسی محبوب کالج کے اندر موجود ہیں۔

سابق طلبہ کے مضامین ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ امتیاز راجیکی صاحب کی خوبصورت تحریر نے تو حیران کر دیا۔ وگرنہ اس سے پہلے تو ان کی تحریر میری نظر سے کبھی نہیں گزری تھی۔ ان کا حیران کن ٹیلنٹ نہ جانے اب تک کہاں چھپا رہا۔ ان کی تحریر میں ان کے بزرگ اسلاف کے علمی اور ادبی ورثے کا جادو خوب سر چڑھ کر بولتا دکھائی دیتا ہے۔ بقول رشید قیصرانی مرحوم۔

دست بستہ نظر آئے ہیں ہر اک موڑ پہ حرف
تُو جو پروانۂ سلطانِ قلم لے کے چلا

(مبارک عارف)

میں تعلیم الاسلام کالج کے پروفیسر چوہدری محمد شریف خالد صاحب مرحوم کا پوتا ہوں اور آجکل ان کے حالات زندگی مرتب کر رہا ہوں۔ اگر آپ میرے دادا مرحوم کی کوئی تصویر، کوئی واقعہ یا ان سے متعلقہ کسی قسم کا کوئی مواد مہیا کر سکیں تو خاکسار آپ کا ازحد ممنون ہوگا۔

(عامر احمد - کارکن دفتر وصیت ربوہ)

المنار کے مضامین نوخیزی اور طالب علمی کے اس زمانے میں لیجاتے ہیں جو ایک پہلو سے بےفکری کا اور ایک پہلو سے کچھ کر دکھانے کے بلند ارادوں کا دَور تھا۔ المنار سے بہت محظوظ ہو رہا ہوں۔ براہ کرم میرا نیا ای میل ایڈریس نوٹ فرمالیں۔

(ڈاکٹر صفی اللہ چوہدری - امریکہ)

المنار میں ادب کو ماشاءاللہ بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ ایک بات جاننا چاہتا ہوں کہ کیا ٹی آئی کالج کے ابتدائی Logo میں چاند اور سورج کی عکس بندی موجودہ Logo جیسی ہی تھی؟

(نوید احمد)

حسبِ سابق جولائی کا شمارہ بھی بہت عمدگی سے ترتیب دیا گیا ہے۔ مواد دلچسپ اور علمی ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید بلندیوں سے ہمکنار کرے۔

(منیر الحق شاہد - کینیڈا)

المنار کا حالیہ شمارہ بھی بہت اچھا ہے تاہم حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ اور ڈاکٹر سلام صاحب والے مضامین میں الفضل ڈائجسٹ کا حوالہ شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔

(محمود احمد ملک - لندن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قائم فرمودہ مدرسہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا تعلیم الاسلام کالج کی صورت میں ہمیں علم کی روشنی سے منور کرتا چلا آیا ہے۔ اب جبکہ اس عظیم تعلیمی ادارے سے مستفیض ہونے والے سابق طلبہ جرمنی، برطانیہ، امریکہ اور کینیڈا میں اس مادرِ علمی کے نام سے موسوم مجالس قائم کر چکے ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم سب اپنے اپنے ملکوں میں حسبِ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس امداد طلباء کی مد میں حسبِ توفیق کچھ نہ کچھ ادائیگی باقاعدگی سے کیا کریں۔

(محمد شریف خان - صدر مجلس تعلیم الاسلام کالج امریکہ)

جولائی اور اگست کے شمارے بہت اچھے مضامین لئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب خدمت کرنے والوں کو اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین۔

(سعیدہ بقاپوری - کینیڈا)

جستہ جستہ

مسکرانے سے صحت پر مثبت اثرات مرتّب ہوتے ہیں۔طبی ماہرین

یونیورسٹی آف کنساس میں ہونیوالی حالیہ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مسکرانے سے ذہنی تناؤ کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔نفسیاتی سائنسدانوں نے دوران تحقیق مسکرانے کی دو اقسام (سٹینڈرڈ اور جینوئن) پر تحقیق کی۔ان کے مطابق مسکرانے کے سٹینڈرڈ عمل کے دوران صرف مونہہ کے پٹھوں کو حرکت ملتی ہے۔جبکہ جینوئن طریقے سے (کھل کر) مسکرانے سے مونہہ اور آنکھ کے پٹھے بھی حرکت کرتے ہیں۔

تحقیقی ٹیم کے مطابق مسکرانے سے ذہنی اور جسمانی تناؤ کا خاتمہ ہونے کے ساتھ اس کے انسانی صحت پر بھی اچھے اثرات مرتّب ہوتے ہیں۔ (بحوالہ جنگ۔لندن 8.2012.2)

ایک فقیر: بیگم صاحبہ! آپ کے پاس بُھوکے کے لئے کھانا ہوگا؟
بیگم صاحبہ: ہاں ہے! مگر وہ بھُوکا ابھی دفتر سے آیا نہیں۔

☆☆☆

جنّت میں ایک خاتون نے فرشتے سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میرا نکاح میرے دنیا والے شوہر سے پڑھوا دو!
فرشتہ: ٹھیک ہے پڑھوا تو دوں، مگر کوئی ملّاں بھی تو جنّت میں پہنچے۔

دنیا کی دل دُکھانے کی عادت نہیں گئی
اپنی بھی مسکرانے کی عادت نہیں گئی
اک ہم کہ اُن کے واسطے جاں سے گزر گئے
اک وہ کہ آزمانے کی عادت نہیں گئی

(مبارک صدیقی)

9 ماہ کی مسلسل مسافت کے بعد

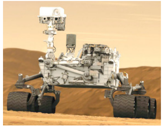

امریکی خلائی ادارے ناسا کی طرف سے بھیجی گئی خلائی گاڑی ''کیوروسٹی'' 13 ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے 570 ملین کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بالآخر 6 ستمبر 2012 کو مریخ کی سطح پر کامیابی سے لینڈ کر گئی۔ایک ٹن وزنی یہ خلائی گاڑی مریخ پر اپنے 2 سالہ قیام کے دوران معلوم کرنے کی کوشش کرے گی کہ آیا مریخ پر کبھی زندگی کے آثار موجود تھے؟ اس مشن پر اڑھائی بلین ڈالر لاگت آئی ہے۔مریخ پر پہنچنے کے بعد اس خلائی گاڑی نے اپنے 100 ایم ایم فوٹو لینز کی مدد سے کھینچی گئی تصویریں زمین پر بھیجنی شروع کر دی ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ (بی بی سی اردو ڈاٹ کام)

دو انتہائی بڑے بلیک ہول دریافت

نیچر نامی جریدے کے مطابق ایک امریکی ٹیم نے دو انتہائی بڑے بلیک ہول دریافت کئے ہیں۔ہماری دو قریبی کہکشاؤں کے درمیان واقع یہ بلیک ہول سورج سے 10 ارب گنا بڑے ہیں۔ (بی بی سی اردو 5 دسمبر 2011)

ربوہ کا افتتاح

۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء وہ تاریخی دن ہے جس دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی کئی پیشگوئیاں پوری ہو رہی تھیں۔ ''تین کو چار کرنے والا'' پسر موعود کی علامت تھی۔اس کا ایک ظہور بھی ہونے والا تھا۔ نئے مرکز احمدیت کے افتتاح کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ بنفس نفیس لاہور سے سرزمین ربوہ کیلئے روانہ ہوئے۔حضورؓ بذریعہ کار صبح نو بج کر بیس منٹ پر لاہور سے آئے۔ یہ یادگار سفر حضورؓ نے براستہ فیصل آباد (لائلپور) طے فرمایا۔حضورؓ کے ہمراہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور دوسرے بزرگانِ سلسلہ بھی تھے۔حضورؓ نے ایک بج کر بیس منٹ پر سرزمین ربوہ پر قدم رنجہ فرمایا۔سب سے پہلا کام نماز ظہر کی ادائیگی تھی۔دراصل اس نماز کے ساتھ ہی ربوہ کا افتتاح عمل میں آ گیا۔ڈیڑھ بجے حضورؓ نے نماز ظہر پڑھائی۔ یہ پہلی باجماعت نماز تھی جو سیدنا مصلح موعودؓ کی اقتداء میں احباب جماعت نے ربوہ میں ادا کی۔ اس نماز میں ۲۵۰ کے قریب احباب کی فہرست تیار کی گئی تھی۔ان خوش قسمت احباب کے اسماء تاریخ احمدیت جلد ۱۲ میں بطور ضمیمہ شامل ہیں۔ یہ فہرست حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کی نگرانی میں تیار ہوئی جو 212 احباب پر مشتمل ہے۔جس مقام پر حضورؓ نے نماز ظہر پڑھائی وہاں پر ایک مسجد یادگار ۱۹۵۳ء میں تعمیر کر دی گئی جو کہ اب فضل عمر ہسپتال میں انتہائی خوبصورت تعمیر کی صورت میں موجود ہے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے ابراہیمی دعاؤں کو ۳، ۳ بار دہرایا اور احباب جماعت بھی ساتھ ساتھ دہراتے رہے۔ (بشکریہ ماہنامہ انصاراللہ۔ربوہ ستمبر ۲۰۱۱)

تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالب علم مکرم ڈاکٹر فضل الرحمن بشیر صاحب (مورو گورو، تنزانیہ) کا خوبصورت کلام

لکھے تھے جو حروفِ عشق بازیاب ہو گئے ✿ مری وفا، مرا قلم، مری کتاب ہو گئے
نگار خانۂ دلِ مُراد جگمگا اُٹھا ✿ کبھی جو آ کے بام پر وہ بے نقاب ہو گئے
مرے عدو نے سو برس ملامتوں میں کھو دئے ✿ جو بے نشان، بے اثر تھے بے حساب ہو گئے
جنہیں غرورِ علم و آگہی تھا، رہ بھٹک گئے ✿ اُنہی کو منزلیں ملیں جو ہمرکاب ہو گئے
جو بدگماں تھے جل بجھے ہیں حسرتوں کی راکھ میں ✿ جو خوشنشیں تھیں، ولولے تھے سب حُباب ہو گئے
ہوائے دہر بھی چراغِ عشق نہ بجھا سکی ✿ سرِ فرازِ طُورِ غم وہ آفتاب ہو گئے
اخیر شب ہے جاگتے رہو، کوئی نہ کہہ سکے ✿ سحر قریب تھی تو یارِ محوِ خواب ہو گئے

ڈاکٹر عبدالسلام اور ہگز پارٹیکل کی دریافت

(زکریا ورک۔کینیڈا)

4 جولائی 2012ء کو ''سرن''جینیوا میں لارج ہیڈران کولائیڈر پر کام کرنے والے سائنسدانوں نے یہ تہلکہ خیز خبر سنائی کہ انہوں نے ایک سب اٹامک پارٹیکل آخر کار تجرباتی

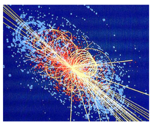

طور پر دریافت کر لیا ہے۔اس دریافت میں ہزاروں بین الاقوامی سائنسدانوں اور انجینیرز نے حصہ لیا جو گزشتہ کئی سالوں سے لارج ہیڈران کولائیڈر کی تعمیر میں مصروف تھے۔"سرن" میں نیا پارٹیکل پروٹانز کے کولیژن سے پروڈیوس ہوا جو ایک سیکنڈ میں 100 ملین ٹائمز کولائیڈ کرتے ہیں۔

اس پارٹیکل کے موجود ہونے کا دعویٰ برطانوی سائنسدان پروفیسر پیٹر ہگز Higgs نے کیا تھا جن کے نام پر ہی اسے ہگز بوسان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ہم

جانتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز ایٹمز سے بنی ہوئی ہے اور ایٹمز کے اندر الیکٹرانز، پروٹانز اور نیوٹرانز ہوتے ہیں جو" کوارکس" اور دیگر سب اٹامک پارٹیکلز سے بنے ہوتے ہیں۔سائنسدان اس معمہ کو حل کرنے کی غرض سے صدیوں سے مصروف کار تھے کہ کائنات کے یہ چھوٹے سے چھوٹے بلڈنگ بلاکس آخر حجم کیسے حاصل کرتے ہیں؟

یاد رہے کہ پاکستان کے واحد نوبیل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام 1957ء میں جب کیمبرج سے امپیریل کالج لندن میں پروفیسر بن کر آئے تو پیٹر ہگز Peter Higgs ان کی نگرانی میں کام کرنیوالے دوسرے پوسٹ ڈاکٹرل فیلو تھے۔

ہگز پارٹیکل، سٹینڈرڈ ماڈل آف تھیوریٹیکل فزکس میں آخری غائب شدہ بنیادی پتھر تھا۔ سٹینڈرڈ ماڈل فزکس کی تھیوری یہ تشریح دیتی ہے کہ کائنات میں معلوم شدہ پارٹیکلز آپس میں ایک دوسرے سے کس طرح انٹرایکٹ کرتے ہیں۔پروفیسر ہگز نے اپنے پیش کردہ نظریے کی

تصدیق ہو جانے کی خبر سننے پر کہا انسان کبھی کبھی ٹھیک ثابت ہو تو اچھا محسوس ہوتا ہے۔شروع میں مجھے امید نہیں تھی کہ میری زندگی میں ایسا ہو سکے گا۔مگر بڑے بڑے کولائیڈر (سرن اور شکاگو میں فرمی لیب) تعمیر ہونے کے بعد سب کچھ بدل گیا۔جب ان سے پوچھا گیا کہ آیا ان کو اپنی تھیوری کے بارہ میں شک تھا تو انہوں نے کہا کہ کبھی بھی نہیں۔

پروفیسر ہگز نے اپنے سائنسی مقالہ میں آج سے 38 سال قبل تجویز کیا تھا کہ بنیادی ذرات خاص طور پر w & z پارٹیکلز حجم کیسے حاصل کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ کچھ پارٹیکلز جیسے الیکٹران اور کوارکس (جن سے پروٹان بنتا ہے) کا تو حجم ہوتا جبکہ فوٹان جیسے پارٹیکلز کا حجم نہیں ہوتا۔ہگز کا آئیڈیا یہ تھا کہ ہماری کائنات میں ایک نہ نظر آنیوالی فیلڈ ہے۔اگر ایک پارٹیکل اس فیلڈ میں کسی انٹرایکشن کے بغیر حرکت کر سکتا ہے، تو پھر ایسے پارٹیکل کا کوئی حجم نہیں ہوگا۔اگر کوئی پارٹیکل ہگز فیلڈ سے کافی حد تک انٹرایکٹ کرتا ہے تو پھر اس کا حجم زیادہ ہوگا۔

یورپین آرگنائزیشن فار نیوکلیئر ریسرچ CERN جینیوا میں یہ دریافت لارج ہیڈران کولائیڈر LHC سے ہوئی ہے اس میں ہر سیکنڈ میں نصف بلین کے قریب پروٹانز روشنی کی رفتار سے سفر کرتے ہوئے آپس میں ٹکراتے ہیں جس سے قبل ہر پروٹان 27 کلو میٹر لمبی سرکولر Tunnel کے چھلے میں 11 ہزار مرتبہ گھومتا ہے۔مخالف سمت میں جاتی ہوئی ہیڈران کی شعائیں روشنی کی رفتار یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ سے سفر کرتے ہوئے آپس میں ٹکراتی ہیں۔سوئٹزرلینڈ اور فرانس کے زیر زمین واقع اس تجربہ گاہ میں 9000 طبیعات دانوں نے حصہ لیا۔یہ تجربہ گاہ زمین کے اندر ایک سو میٹر گہرائی پر واقع ہے۔اس تجربہ گاہ کو بنانے میں 20 سال کا عرصہ لگا اور اس کی تعمیر پر 10 بلین ڈالر لاگت آئی۔ان تجربات کیلئے جو کیمرے استعمال کئے گئے وہ ساٹھ Mega Pixel کے تھے۔

پروفیسر ہگز کے نظریے کو ثابت کرنے کیلئے دو پروٹانز کو مقناطیسی طاقت کے زور سے روشنی کی رفتار سے ایک پتلی دھات سے ٹکرایا گیا جس کے نتیجہ میں بگ بینگ جتنی قوت پیدا ہوئی۔ تجربے کے دوران طبیعات دانوں نے کمپیوٹر ڈیٹا میں ایک اٹھان دیکھی۔یہ ایسا نیا پارٹیکل تھا جس کا وزن 125.3 گیگا الیکٹران وولٹس ریکارڈ کیا گیا۔

سٹینڈرڈ ماڈل کے مطابق ہگز پارٹیکل ایک بوسان یعنی ایسا پارٹیکل ہے جو ایک جگہ پر ایک سے زیادہ مشابہ پارٹیکلز کو ایک ہی کوانٹم سٹیٹ میں زندہ رہنے دیتا ہے۔بوسان کا لفظ اگرچہ ہندوستانی طبیعات دان ستندرا ناتھ Bose (1894-1974) کے نام سے منسوب ہے مگر بوسان کی اصطلاح برطانوی نظری طبیعات دان پال ڈائراک Dirac نے وضع کی تھی۔

بگ بینگ سے قبل پارٹیکلز کا کوئی حجم نہیں تھا۔کائنات میں صرف ایک بڑی قوت تھی جس کے ساتھ یہ پارٹیکلز انٹرایکٹ کرتے تھے۔کائنات جب رفتہ رفتہ ٹھنڈی ہونا شروع ہوئی تو ہگز فیلڈ کے ساتھ انٹرایکٹ کرتے ہوئے پارٹیکلز میں حجم آنا شروع ہو گیا۔

امریکن طبیعات دان شلیڈن گلاشو Glashow نے 1960ء میں دریافت کیا تھا کہ ویک نیوکلیئر فورس اور الیکٹرومیگنیٹک فورس درحقیقت ایک ہی فطری قوت کے مظاہر ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام اور سٹیون وائن برگ پہلے سائنسدان تھے جنہوں نے 68-1967ء میں ہگز میکینزم کو الیکٹروویک سمٹری بریکنگ پر اپلائی کیا تھا۔یعنی انہوں نے ایک ایسے سب اٹامک پارٹیکل کے موجود ہونے کی پیش گوئی کی تھی جو اب ہگز پارٹیکل کے نام سے جانا جاتا ہے۔انہوں نے ہگز پارٹیکل کے تمام خواص ماسوا حجم کے اپنی تھیوری میں بیان کئے تھے۔یہ کام انہوں نے الگ الگ رہ کر کیا تھا۔الیکٹروویک سمٹری تھیوری اور ہگز بوسان کے مابین انٹرایکشن کا مشاہدہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سلام نے اس کا ریاضیاتی ثبوت بھی فراہم کیا تھا۔ 1966ء میں سلام نے جس مفروضاتی پارٹیکل کیلئے نظریاتی ثبوت مہیا کیا اس کے لئے انہوں نے میگنیٹک فوٹان کو فارمولیٹ کیا تھا۔

1972ء میں پروفیسر سلام نے انڈین امریکن نظریاتی طبیعات دان جوگیش پتی کے

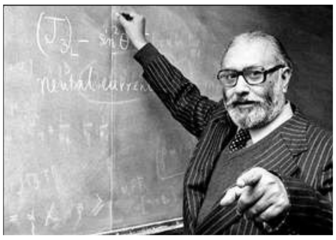

تعاون سے ایک ماڈل پر کام شروع کیا جس کو فزکس میں Pati-Salam model کہا جاتا ہے۔جو درحقیقت گرینڈ یونی فیکیشن تھیوری یعنی فطرت کی چاراساسی قوتوں (گریویٹی، الیکٹرومیگنیٹک فورس، ویک نیوکلیئر فورس اور سٹرانگ نیوکلیئر فورس) کو یکجا کرنے کے لئے تھا۔سلام اور پتی نے باہمی تعاون سے کوارکس اور لیپٹانز پر بنیادی تحقیقی کام کیا۔

میگنیٹک فورس اور ویک نیوکلیئر فورس کے ایک ہی قوت ہونے کا تجرباتی ثبوت 1983ء میں سرن میں مل گیا۔یہ تھیوری (یعنی الیکٹروویک تھیوری) سلام اور وائن برگ نے وضع کی تھی۔

دریافت کی اہمیت

اس دریافت کی بنیادی اہمیت اس بات میں ہے کہ یہ خلاء (vaccum) کی کیا وضاحت کرتی ہے؟ خلاء وہ جگہ ہے جہاں کسی قسم کا مادہ (mass) نہ ہو۔لیکن طبیعات دانوں کے نزدیک ویکیوم وہ فزیکل حالت ہے جہاں سب سے کم انرجی ہو۔ چونکہ matter کے ساتھ انرجی ہوتی ہے اسلئے اگر مادہ وہاں سے ہٹا دیا جائے تو باقی سب سے کم انرجی رہ جائیگی۔پیٹر ہگز نے آج سے چالیس سال قبل محسوس کیا کہ وہ حالت جس میں سب سے زیادہ کم انرجی ہو اس کیلئے خالی ہونا ضروری نہیں۔اس میں ایسی چیز کا ہونا ممکن ہے جس کو ہگز فیلڈ کہا جاتا۔فیلڈ وہ چیز ہے جس کے ذریعہ ایک فورس میڈیٹ mediate کرتی ہے۔

جیسے گریویٹیشنل فیلڈز مین پرگرتی ہوئی چیزوں پر اثر انداز ہو رہی ہوتی ہے۔

سٹینڈرڈ ماڈل آف فزکس میں ہگز بوسان فائنل پیس تھا۔ یہ نظریاتی ماڈل ان تمام اساسی ذروں اور قوتوں کو بیان کرتا ہے جو ہماری کائنات کو کنٹرول کرتے ہیں۔ سٹینڈرڈ ماڈل کی تکمیل وتصدیق میں جس چیز کی کمی رہ گئی تھی یہ دریافت اس کو پورا کر دیتی ہے۔ اس دریافت سے نہ توفی الحال کسی بیماری کا علاج ملے گا نہ ہی ٹیکنالوجی میں کوئی اضافہ ہو گا۔ ہاں اس سے ہمیں فطرت کے قوانین سمجھنے میں مدد ملے گی جو تمام مادے پر حاوی ہیں۔ اس سے ہمیں پتہ چلے گا کہ کائنات کے آغاز کے وقت پہلے سیکنڈ میں کیا ہو رہا تھا۔ اور یہ بات کسی گزشتہ تہذیب کو معلوم نہ تھی مگر ہمیں معلوم ہو گئی ہے۔ یہ ہماری تہذیب کا معرکۃ الآراء اور تاریخ ساز کارنامہ ہے۔

ہگز پارٹیکل کی دریافت معنی خیز ہے۔ اگر یہ پارٹیکل دریافت نہ ہوتا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ سٹینڈرڈ ماڈل بے سود تھا اور وہ تمام طبیعات دان جنھوں نے گزشتہ نصف صدی میں اس پر کام کیا تھا ان کے تحقیقی کام پر پانی پھر جاتا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ سائنسدانوں کی اکثریت دہریہ اور متشکّک ہوتی ہے مگر ڈاکٹر سلام ایسے موٴحد سائنسدان تھے جو خدا، اور مذہبِ اسلام پر پختہ یقین رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک سائنس یونیورسل ہے اسلامی سائنس، ہندو سائنس، کرسچین، جیوش یا بدھ اسٹ سائنس نام کی کوئی چیز نہیں۔ سائنس خدا کے قوانین کا مطالعہ ہے اور سائنس یا فطرت کے قوانین خدا کے قوانین ہیں۔ آپ کہتے تھے کہ سائنس اور سائنسی دریافتیں انسانیت کی مشترکہ وراثت ہیں۔ آپ کا ایک زریں مقولہ ہے کہ:

Science is the shared heritage of mankind.

ہگز بوسان کی دریافت سے یہ بات ایک مرتبہ پھر اظہر من الشّمس ہے کہ پاکستان کے جلیل القدر سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام (1926ـ1996) بیسویں صدی کے بلند قامت اور عظیم سائنسدانوں (آئن سٹائین، نیلز بوہر، میکس پلانک، فریڈ ہوئیل، ہانس بیتھ، انریکو فرمی، وولف گانگ پالی، رچرڈ فین مین، پال ڈائراک اور سٹیفن ہاکنگ) میں سے ایک ہیں۔ آپ نے اور بھی سائنسی دریافتوں کی پیش گوئیاں کی ہوئی ہیں جن کی صداقت وقت آنے اور نئی تجرباتی مشینوں کے ایجاد ہونے پر پرکھی جاسکے گی۔ امت مسلمہ کے لئے اپنے اس مایہ ناز سائنسدان جو مسلمانوں کا نیوٹن ہے پر بجا طور پر فخر کرنا ہرگز اچھنبے کی بات نہیں۔ جس طرح مسلمانوں میں رازی، ابن سینا، ابن ہیثم اور طوسی جیسے عبقری سائنسدان ایک ہزار سال قبل پیدا ہوئے اب وقت آ گیا ہے کہ ہماری نئی نسل میں ایسے بلند قامت سائنسدان پھر سے جنم لیں اور جس قندیل کو ڈاکٹر سلام نے روشن کیا ہے آنیوالی نسلیں اس کی ضو میں سائنس میں معرکہ خیز دریافتیں کرتی چلی جائیں۔

وطن کیلئے ایک دُعا

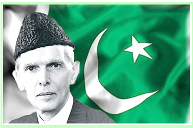

(احمد ندیم قاسمی)

خدا کرے کہ مری ارضِ پاک پر اُترے ✿ وہ فصلِ گُل، جسے اندیشۂ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے، وہ کھلا رہے صدیوں ✿ یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو
یہاں جو سبزہ اُگے، وہ ہمیشہ سبز رہے ✿ اور ایسا سبز، کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو
خدا کرے کہ نہ خم ہو سرِ وقارِ وطن ✿ اور اس کے حُسن کو تشویشِ ماہ وسال نہ ہو
ہر ایک فرد ہو تہذیب وفن کا اوجِ کمال ✿ کوئی ملول نہ ہو، کوئی خستہ حال نہ ہو
خدا کرے کہ مرے اِک بھی ہموطن کے لئے ✿ حیات جُرم نہ ہو، زندگی وبال نہ ہو

تعلیم الاسلام کالج
اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ممبران

قسط چہارم

عطاء المجیب راشد صاحب
عرصہ تعلیم 1959-1965ء

مبارک احمد ظفر صاحب
عرصہ تعلیم 1976-1980ء

نذیر احمد ملک صاحب
عرصہ تعلیم 1952-1954ء

چوہدری ناز احمد ناصر صاحب
عرصہ تعلیم 1971ء

اشفاق احمد صاحب
عرصہ تعلیم 1953-1954ء

مظفر احمد مرزا صاحب
عرصہ تعلیم 1944-1947ء

جمیل الرحمن صاحب
عرصہ تعلیم 1970-1974ء

خالد منیر صاحب
عرصہ تعلیم 1975-1979ء

رانا محمد صفدر صاحب
عرصہ تعلیم 1973-1976ء

سمیع اللہ صاحب
عرصہ تعلیم 1973-1976ء

کیمبرج کی سیر

آکسفورڈ کے تعلیمی وزٹ کے بعد اب برطانیہ کے دوسرے اہم تعلیمی مرکز ''کیمبرج'' کی سیر کا پروگرام بنا رہا ہے۔ خواہش مند ممبران ایسوسی ایشن سے درخواست ہے کہ فوری طور پر مزید معلومات حاصل کرلیں۔

(ظہیر احمد جتوئی۔سیکرٹری تقریبات T.I.C فون نمبر:07903981420)